OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:3, Issue: 1, Jan -June 2022
DOI:10.51665/al-duhaa.003.01.0180, PP: 509-524

امام فخر الدین رازیؒ کی تفسیر مفاتیح الغیب کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ

Critical analysis of Tafseer "Mafātīḥ al Ghaib" by Imām Rāzī

Published:
01-06-2022
Accepted:
15-05-2022
Received:
31-12-2021

Dr. Noorullah
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
Abbottabad Public School & College Abbottabad
Email: Noorullah@aps.edu.pk
https://orcid.org/0000-0003-4270-7883

Hafiz Abdullah Haroon
Ph.D Scholar, Department of Islamic and Religious
Studies, The University of Haripur
Email: Hafizabdullahharoon9@gmail.com
https://orcid.org/0000-0001-9720-4859

Abstract

The abundance of Sciences and their publications are so inimaginable that it can only be said about them that it is a far cry to discover the depth of this river. Exegetics is one of the knowledge which was initiated in the era of expositor of the Holy Quran. The Companions of the Prophet did not show any audacity in this regard as he himself was the custodian of the task. But after the departure of the Holy Prophet it was inevitable to get the information in the light of his sittings or company. Tabieen made full use of the explanatory exegetical sayings of the Companions of the Holy Prophet. There were high level interprets within Hijaz and out of Hijaz. Some of the commentaries written by the Taabieen and Mutakhirin gained great popularity and even still serve as a valuable treasure for the readers of exegetics. Fakhar Ud din Razi's interpretation is one of special importance among them. In the article under reviews, the merits and demerits of Mafatih Ul Ghaib have been reviewed in details. It's authorship was started by the famous scholar and theologian Imam Muhammad Fakhar Ud Din Razi(544 AH-606 AH). This Tafsir is generally known as "Tafsir Kabir" but Imam Sahib himself named it "Mafatih Al Ghaib".

Keywords: *Tafseer Kabeer, Imam Razi, Philosophy.*

CC BY

تمہید

امام فخر الدین رازیؒ کا تعارف:

آپ ابو عبداللہ، محمد بن عمر بن حسن بن حسین فخر الدین رازی ہیں۔آپ کی ولادت 544ھ میں رے میں ہوئی۔آپ کا تعلق حضرت ابو بکر صدیقؓ[1] کے نسب سے ہے[2]۔آپ کے بچپن کے حالات کے حوالے سے ابھی تک کوئی مستند تحقیق سامنے نہیں آئی ہے۔آپ کی ولادت ایک علمی خاندان میں ہوئی جو علم و فضل کے لئے معروف تھا۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ابتدا میں فقہ کی تعلیم حاصل کی بعد ازاں علمِ حکمت کی طرف متوجہ ہوئے[3]۔امام رازیؒ نے علمِ حکمت کی تعلیم مرند[4] میں حاصل کی۔امام صاحب حصول علم کے سلسلے میں مرند سے مراغہ[5] گئے اور وہاں ایک طویل عرصہ قیام پزیر رہے اور اسی شہر میں آپ نے علم کلام اور علمِ حکمت کی تعلیم کی تکمیل کی۔

علم کلام اور علمِ حکمت میں دسترسی حاصل کرنے کے بعد آپؒ ممالک اسلامیہ کے مختلف شہروں کے سفر پر روانہ ہوئے۔ اس زمانے میں ممالک اسلامیہ میں مختلف العقائد فرقے موجود تھے جن میں باہم مناظروں کا رجحان عام تھا اور یہ مناظرے علما کی علمیت کے اظہار کا بڑا ذریعہ سمجھے جاتے تھے یہی وجہ ہے کہ امام صاحب اپنے سفر کے دوران جن شہروں میں پہنچتے تھے تو ان کو مختلف فرقوں کے ساتھ مناظرہ کرنا پڑتا تھا ان مناظروں کے باعث باہم سخت عداوت پیدا ہو جاتی تھی اس لئے ان مناظروں کے سبب امام صاحب کسی مقام پر اطمینان کے ساتھ قیام نہیں کر سکتے اور آپؒ کو مخالفین کی شورش کے باعث وہ مقام چھوڑنا پڑتا تھا۔ انہی مناظروں کے سبب آپ کو خوارزم[6] چھوڑنا پڑا اور پے در پے کئی علاقوں میں مخالف فرقوں کی شورش کے باعث آپؒ کو اپنے آبائی علاقے رے میں واپس آنا پڑا۔[7]

مستقل بنیادوں پر کسی جگہ سکونت پذیر نہ ہونے کے سبب آپ کا کوئی مستقل ذریعہ آمدن نہ تھا جس کے باعث آپؒ کسمپرسی اور غربت کی زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔ رے واپس آنے کے بعد امام صاحب کی مادی زندگی میں نمایاں تبدیلی واقع ہوئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے آپؒ ثروت مند افراد میں شمار ہونے لگے۔ امام صاحب کی ثروت مندی کا سبب یہ بنا کہ امام صاحب کے دو صاحب زادوں کی شادی رے کے ایک دولت مند تاجر کی دو بیٹیوں سے ہوئی اور اس تاجر کی وفات کے بعد اس کی ساری دولت امام صاحب کی ملکیت ہو گئی اور امام صاحب یکایک امیر ہو گئے۔[8]

آپؒ کے تلامیذ میں سے ابراہیم بن علی بن محمد[9]، عبدالحمید بن عیسیٰ[10] اور احمد بن خلیل بن سعادت[11] معروف ہیں۔

آپ کی تصانیف میں سے چند معروف تصنیفات درجہ ذیل ہیں۔

1۔ مفاتیح الغیب 2۔ کتاب المحصول 3۔ کتاب الزبدۃ 4۔ کتاب الخلق والبعث

5۔ لوامع البینات فی شرح اسماء اللہ تعالی والصفات 6۔ معالم اصول الدین

7۔ محصل افکار المتقدمین والمتاخرین من العلماء والحکماء والمتکلمین 8۔ کتاب احکام لاحکام

9۔ شرح کلیات القانون 10۔ بحر الانساب

ان مذکورہ دس تصنیفات کے علاوہ آپؒ نے مجموعی طور پر نوے (90) سے زیادہ کتابیں تصنیف کی ہیں۔

وفات

آپؒ نے 606ھ میں تریسٹھ سال کی عمر میں ہرات میں وفات پائی[12]۔

مفاتیح الغیب کا تعارف:

"مفاتیح الغیب" یعنی تفسیر کبیر کا شمار تفسیر بالرائے کے اسلوب پر لکھی گئی اہم ترین تفاسیر میں ہوتا ہے۔اس کی تصنیف چھٹی صدی ہجری کے نام ور عالم اور متکلم امام محمد فخر الدین رازی (544ھ-606ھ) نے شروع کی۔ یہ تفسیر عام طور پر تفسیر کبیر کے نام سے جانی جاتی ہے لیکن امام صاحب نے خود اس کا نام" مفاتیح الغیب" رکھا تھا جو باریک خط میں لکھا بارہ جلدوں پر مشتمل تھی۔ ابن خلکان[13]فرماتے ہیں کہ امام رازیؒ اس تفسیر کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچاسکے۔[14]بعد میں اس کی تکمیل بعض کے مطابق قاضی شہاب الدین بن خلیل الخويي الدمشقی[15] نے کی جبکہ ابن حجر[16]کی رائے کے مطابق شیخ نجم الدین احمد بن محمد القمولی [17]نے اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ یہ بات بھی قطعی طور پر معلوم نہیں کہ تفسیر کا کتنا حصہ خود امام صاحب لکھ پائے تھے۔ تفسیر کبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ محمد تک تفسیر خود امام صاحب نے لکھی ہے اور جن سورتوں کی تفسیر رہ گئی تھی،ان کی تکمیل سب سے پہلے قاضی شہاب الدین بن خلیل الخويي الدمشقی نے کی اور ان کے بعد شیخ نجم الدین احمد بن محمد القمولی نے کی۔

امام رازیؒ کے تفسیر کی خوبیاں:

1۔ربط کا بیان:

امام صاحب کسی بھی سورۃ کی تفسیر سے پہلے اس سورۃ کا نام وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں۔اگر اسی سورۃ کا کوئی اور نام ہو تو اس کا بھی ذکر کرتے ہیں۔امام صاحب سورۃ کے آغاز میں مذکورہ سورۃ اور آیات کا ما قبل سورۃ اور آیات سے ربط اور تعلق بیان کرتے ہیں۔ جیساکہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر پانچ کی تفسیر کرتے ہوئے امام صاحب فرماتے ہیں:

"في كيفية تعلق هذه الآية بما قبلها وجوه ثلاثة"

اس آیت کا ما قبل کے ساتھ ربط کی تین صورتیں ہیں۔

2۔نحوی ترکیب اور شان نزول:

امام صاحب آیت کی تفسیر، نحوی ترکیب، وجوہ بلاغت اور شان نزول سے متعلق سلف کے تمام اقوال نہایت مرتب اور منضبط انداز میں پوری شرح و وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔مثال کے طور پر

"اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ"[18]

کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"علم أن في الآية مسائل نحوية ، ومسائل أصولية ، ونحن نأتي عليها إن شاء الله تعالى "

جان لو کہ اس آیت میں نحوی اور اصولی مسائل ہیں اور ہم انشاء اللہ اس کا ذکر تفسیر ذیل میں کریں گے۔

اس طرح امام صاحب آیات کی شان نزول میں مذکور تمام روایات کا تفصیلی ذکر کرتے ہیں جیساکہ سورہ نساء میں

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا"[19]

کی تفسیر کرتے ہوئے اس آیت کی شان نزول میں چار روایات ذکر کرتے ہیں۔

3۔ فقہی مسائل

تفسیر کبیر میں بہت سے مقامات پر شرعی احکام کے اسرار اور ان کی حکمتیں بھی زیر بحث آئی ہیں۔کتاب کے عمومی مزاج کے تحت ان کی توضیح میں بھی فلسفیانہ ذوق غالب ہے۔آیت سے متعلق فقہی احکام کو امام صاحب عمومی طور پر مسائل میں تقسیم کرتے ہیں اور اس ضمن میں آپ کا عمومی اسلوب یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے مؤقف کو بیان کرکے شافعی مذہب کو ترجیح دیتے ہیں۔مثال کے طور پر سورہ مائدہ کی آیت:

"يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ" [20]

کی تفسیر کرتے ہوئے امام صاحب وضو کے مسائل بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور وضو سے متعلق امام صاحب تقریباً چالیس مسائل ذکر کرتے ہیں اور تقریباً ہر مسئلہ کے اختتام میں امام شافعیؒ [21] کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔مثال کے طور پر ساتویں مسئلہ میں صحت وضو کے لیے افعال وضو کے تسلسل اور پے در پے ہونے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"موالاة أفعال الوضوء ليست شرطا لصحته في القول الجديد للشافعي رحمه الله ، وهو قول أبي حنيفة رحمه الله ، وقال مالك رحمه الله : إنه شرط لنا أنه تعالى أوجب هذه الأعمال ، ولا شك أن إيجابها قدر مشترك بين إيجابها على سبيل الموالاة وإيجابها على سبيل التراخي ثم إنه تعالى حكم في آخر هذه الآية بأن هذا القدر يفيد حصول الطهارة ، وهو قوله { ولكن يريد ليطهركم } فثبت أن الوضوء بدون الموالاة يفيد حصول الطهارة ، فوجب أن نقول بجواز الصلاة بها لقوله عليه الصلاة والسلام : « مفتاح الصلاة الطهارة" [22]

امام شافعیؒ کے جدید قول کے مطابق صحت وضو کے لیے افعال وضو کا مسلسل اور پے در پے انجام دینا ضروری نہیں ہے اور یہ امام ابو حنیفہؒ [23] کا قول ہے اور امام مالکؒ [24] فرماتے ہیں کہ شرط ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اعمال کو واجب فرمایا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان اعمال کا واجب کرنا موالات اور تراخی دونوں کے طور پر واجب کرنے میں مشترک احتمال موجود ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے آخری حصہ میں بیان فرمایا کہ یہ عمل طہارت کے حصول کا فائدہ دیتا ہے جو کہ اللہ کا یہ فرمان ہے:

"وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ" [25]

تو ثابت ہوا کہ بغیر موالاۃ کے وضو طہارت کے حصول کا فائدہ دیتا ہے تو لازم ہے کہ ہم اس پاکی کے ساتھ حضور ﷺ کے فرمان کی وجہ سے جواز صلوٰۃ کا قول کریں کہ:

(مفتاح الصلاة الطهارة) [26]

"نماز کی چابی طہارت ہے"

4۔امام رازیؒ کا تفرد:

امام صاحب نے اپنی تفسیر میں عمومی طور پر تفسیر کشاف، تفسیر البغوی، تفسیر الطبری اور تفسیر ابن ابی حاتم سے اقوال ذکر کئے ہیں مگر امام صاحب نے صرف اقوال جمع کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دلائل کی بنیاد پر بعض اقوال کو ترجیح دینے کا طریقہ بھی

اختیار کیا۔ اس طرح یہ تفسیر گویا سابقہ تفسیری سرمائے پر ایک محاکمہ کا درجہ رکھتی ہے۔ مثال کے طور پر:

"وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ"[27]

کی تفسیر کرتے ہوئے امام صاحب چار تفسیری اقوال ذکر کرتے ہیں اور چاروں سے اختلاف کرتے ہوئے اپنا تفرد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" هذا جملة كلام المفسرين في هذا الباب ويخطر ببالي ههنا وجه آخر في تخريج الآية على سبيل المعنى، وذلك لأن دخول الضرر والمرض في الشيء يكون على ثلاثة أوجه : التشوش، والنقصان، والبطلان------ "[28]

اس آیت کریمہ میں یہ مفسرین کا حاصل کلام ہے۔اس آیت کریمہ میں معنی کے اعتبار سے میرے ذہن میں ایک اور توجیہ آتی ہے وہ اس طرح کہ کسی شے میں ضرر اور مرض کا داخل ہونا تین طریقوں سے ہوتا ہے۔ یا تو تشویش کے ذریعے یا نقصان اور یا پھر بطلان کے ذریعے۔۔۔۔۔

اسی طرح جمہور مفسرین موجودہ بندر اور خنازیر مسخ شدہ اسرائیل کے باقیات ہونے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ تین دن کے بعد فنا ہو گئے تھے جبکہ امام صاحب امکان کی حد تک اس کے قائل ہیں۔

مختلف تفسیری اقوال میں ترجیح قائم کرتے ہوئے امام صاحب بالعموم حسب ذیل اصول پیش نظر رکھتے ہیں۔

1. اقوال کے درمیان تعارض کے وقت امام صاحب عمومی طور پر اس قول کو ترجیح دیتے ہیں جس کی تائید میں صحیح حدیث وارد ہو۔
2. امام صاحب اس قول کو راجح قرار دیتے ہیں جو خلاف عقل نہ ہو۔
3. امام صاحب کا ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ جب تک واضح قرینہ موجود نہ ہو، مجازی معنی مراد لینے سے گریز کرتے ہیں۔
4. نحوی ترکیب کے لحاظ سے بہتر وجوہ کے حامل قول کو راجح قرار دیتے ہیں۔

5۔ تفسیر بالماثور

امام رازیؒ کی تفسیر، تفسیر بالرائے اور بالروایۃ والدرایۃ والاشارۃ کا حسین امتزاج ہے۔آیات کی تفسیر کرتے وقت امام صاحب صرف رائے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ تفسیر القرآن بالقرآن کے علاوہ احادیث مبارکہ، اقوال صحابہ کے ساتھ بھی تفسیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ:

"وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۗ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ"[29]

کی تفسیر

"وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۗ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ"[30]

کے ساتھ کرتے ہیں۔

امام صاحب تفسیر القرآن بالقرآن کے علاوہ تفسیر القرآن بالحدیث بھی کرتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ نساء کی آیت:

"اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا"[31]

کی تفسیر میں معذور قاعدین کی تفسیر حدیث سے کرتے ہیں کہ حضور کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لقد خلفتم بالمدينة أقواماً ما سرتم مسيراً ولا قطعتم وادياً إلا كانوا معكم أولئك أقوام حبسهم العذر"[32]

احادیث کے علاوہ صحابہ کرامؓ کے اقوال سے بھی آیات کی تفسیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ:

"وَقُلْنَا يَٰٓـَٔادَمُ ٱسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ ٱلْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ ٱلشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ"[33]

کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت آدمؑ کی بیوی کی پیدائش کے وقت کے بارے میں صحابہ میں سے حضرت ابن عباسؓ [34] اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ[35] کے اقوال نقل کی ہیں۔

6۔ ناسخ و منسوخ

امام صاحب اپنی تفسیر میں ناسخ و منسوخ آیات کی نہ صرف نشاندہی کرتے ہیں بلکہ ناسخ و منسوخ آیات کے بارے میں اختلاف کی تفصیلات بیان کرتے ہیں اور ساتھ ہی اپنا نقطہ نظر بھی ضرور پیش کرتے ہیں مثال کے طور پر:

"يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا"[36]

کی تفسیر کرتے ہوئے امام صاحب مذکور کلمات کے ذیل میں تین مسائل بیان کرتے ہیں اور تیسرے مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے امام صاحب لکھتے ہیں کہ:

" المسألة الثالثة : اختلف الناس فقال بعضهم : هذه الآية منسوخة ----[37]"

اس آیت کریمہ میں علما نے اختلاف کیا ہے تو بعض کہتے ہیں کہ یہ منسوخ ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

"لَا تُحِلُّوا شَعَٰٓئِرَ ٱللَّهِ وَلَا ٱلشَّهْرَ ٱلْحَرَامَ"[38]

یہ تقاضا کرتا ہے کہ حرمت والے مہینوں میں قتال حرام ہو اور یہ حکم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے منسوخ ہے:

"اُقْتُلُوا ٱلْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ"[39]

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان:

"وَلَآ ءَآمِّينَ ٱلْبَيْتَ ٱلْحَرَامَ"[40]

تقاضا کرتا ہے کہ مشرکین کو بیت اللہ سے منع کرنا حرام ہو مگر یہ حکم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

"فَلَا يَقْرَبُوا ٱلْمَسْجِدَ ٱلْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا"[41]

پس اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائے" اور یہ کبار مفسرین مثلاً ابن عباسؓ، مجاہد[42]، حسن بصریؒ[43] اور قتادہؒ[44] کا قول ہے۔

اور امام شعبیؒ[45] فرماتے ہیں کہ سورۃ مائدہ میں اس آیت کے علاوہ اور کوئی آیت منسوخ نہیں اور بعض دوسرے مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ منسوخ نہیں ہے۔۔۔۔

7۔ عقلی دلائل و براہین:

امام رازی اپنے زمانے کے عقلی اور فلسفیانہ علوم کے بلند پایہ عالم تھے۔ مسلمانوں کے مابین پیدا ہونے والے کلامی

اختلافات اور ان کی مذہبی و عقلی بنیادوں پر ان کی گہری نظر تھی۔اسلام کے مختلف مسائل پر یونانی فلسفہ کے زیر اثر پیدا ہونے والے اعتراضات سے بھی وہ پوری طرح آگاہ تھے۔ چنانچہ قدرتی طور پر ان کی تفسیر پر عقلی رنگ غالب ہے اور جن کے مطالعہ کا موقع امام صاحب کو میسر آیا تھا ان مباحث میں ان تمام علوم کی بھرپور جھلک دکھائی دیتی ہے۔ تفسیر کبیر میں اس عقلی ذوق کا اظہار حسب ذیل صورتوں میں ہوا ہے:

سورہ بقرہ کی آیت:

"وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ"[46]

کی تفسیر کرتے ہوئے آیت میں مذکور لفظ" الشَّجَرَةَ "کی تاویل میں مختلف آرا ذکر کرتے ہیں کہ بعض کے مطابق اس درخت سے مراد گندم، بعض کی رائے کے مطابق اس سے مراد سنبلہ اور بعض نے انگور قراد دیا ہے جبکہ مجاہد اور قتادہ کے مطابق اس سے مراد انجیر ہے۔ ان سب کی آرا ذکر کرنے کے بعد امام صاحب اس درخت کی تاویل کے بارے میں عقلی دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" واعلم أنه ليس في الظاهر ما يدل على التعيين فلا حاجة أيضا إلى بيانه لأنه ليس المقصود من هذا الكلام أن يعرفنا عين تلك الشجرة وما لا يكون مقصودا في الكلام ، لا يجب على الحكيم أن يبينه بل ربما كان بيانه عبثا لأن أحدنا لو أراد أن يقيم العذر لغيره في التأخر فقال : شغلت بضرب غلماني لإساءتهم الأدب لكان هذا القدر أحسن من أن يذكر عين هذا الغلام ويذكر اسمه وصفته ، فليس لأحد أن يظن أنه وقع ههنا تقصير في البيان "[47]

جان لو! کی مذکورہ آیت میں درخت کی تعیین پر کوئی دلیل نہیں ہے اس لیے درخت کو معین کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہاں پر اس درخت کا تعین مقصود نہیں تھا اور بحث میں اگر کوئی چیز مقصود نہ ہو تو حکیم کے لیے اس کو بیان کرنا ضروری نہیں۔ کیونکہ اکثر اوقات یہ عبث لگتا ہے۔ جیسا کہ ہم میں سے اگر کوئی شخص تاخیر سے پہنچنے کے لیے عذر پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں اس لیے تاخیر سے پہنچا کہ اپنے نوکروں کو ادب سکھانے کے واسطے مارنے میں مصروف رہا، کیونکہ انہوں نے بے ادبی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس طرح کی معذرت اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے مخصوص نوکر کا نام اور دیگر صفات یا کوائف بھی بیان کرے۔ اور اس معذرت پر کوئی بھی اس کی ملامت نہیں کرے گا کہ اس نے پوری وضاحت نہیں کی۔

امام صاحب کا طریقہ یہ ہے کہ ایسی آیات جن میں عقل سے ماورا حقائق کا اظہار کیا گیا ہو، ان کی عام طریقے سے تفسیر بیان کرنے کے بعد ان کی فلسفیانہ تعبیر بھی پیش کرتے ہیں۔

8۔ باطل فرقوں کی تردید

امام صاحب متعلقہ آیات کے تحت مختلف باطل فرقوں کا استدلال تفصیل سے بیان کرنے کے بعد دلائل کی بنیاد پر اس کی تردید کرتے ہیں۔ کلامی اختلافات امام صاحب کی دلچسپی کا خاص موضوع ہیں اور وہ موقع بموقع معتزلہ[48] اور اشاعرہ[49] کے مابین نزاعی مسائل پر تفصیل سے بحث کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر سورہ بقرہ میں

"فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ"[50]

کے ذیل میں عصمت انبیاء کے بارے میں حشویہ[51]، معتزلہ، خوارج[52]میں فضیلیہ[53]اور روافض[54]کے عقائد کا ذکر کرنے کے بعد پھر بڑی تفصیلی دلائل کے ساتھ ان کا رد کرتے ہیں۔

تفسیر کبیر میں قرآنی مضامین پر ملحدین کے اعتراضات سے بکثرت تعرض کیا گیا ہے۔ ان کے جواب میں امام صاحب یا تو مناظرانہ انداز میں ان کی تردید کرتے ہیں یا آیات کی توجیہ و تاویل کے ذریعے ان کا صحیح مفہوم واضح کرتے ہیں۔

9۔اسرائیلیات کے حوالے سے امام صاحب کا منہج:

اسرائیلیات سے مراد وہ روایات ہیں جو اہل کتاب سے ہم تک پہنچی ہیں۔ قرآن کی تفسیر میں ان کی آمیزش عہد صحابہ میں شروع ہوئی۔ نو مسلم قرآن میں مذکور پچھلی اقوام کے واقعات کی تفصیلات مسلمانوں کے سامنے بیان کرنے لگے کیونکہ صحابہ کرام قرآن میں موجود ان اجمالی واقعات کی تفصیل کے لیے ان نو مسلم کی طرف رجوع کرتے تھے لیکن ان کا مقصد صرف اجمال کی تفصیل کی حد تک محدود تھا۔ چونکہ صحابہ کرام قرآن کے علوم پر مکمل دسترس رکھتے تھے اس لیے وہ نو مسلم سے غلط جواب سن کر ان کا رد بھی کرتے تھے۔ یہی سلسلہ تابعین کے دور میں بھی جاری رہا لیکن دور تابعین کے بعد اسرائیلیات کو نقل کرنے کا رجحان بڑھ گیا حتیٰ کہ ان اسرائیلی روایات نے تفریحی کہانیوں کی صورت اختیار کر لی اور ان میں صحیح اور موضوع ہر قسم کی روایات جمع ہوئیں۔

اسرائیلی روایات تین اقسام کی ہیں۔

1. وہ روایات جن کی سچائی قرآن و سنت کے دوسرے قرائن سے ثابت ہے۔ یہ روایات قابل قبول ہیں اور ان کا نقل کرنا درست ہے۔
2. وہ روایات جن کا جھوٹا ہونا قرآن و سنت سے ثابت ہے۔
3. وہ روایات جن کی تصدیق اور تکذیب اسلامی شریعت نے نہیں کی ہے۔[55]

اکثر مفسرین کے برعکس امام صاحب اسرائیلی روایات کی نقل میں حد درجہ احتیاط برتتے ہیں اور اس حوالے سے امام صاحب کا عمومی منہج اور اسلوب یہ ہے کہ امام صاحب صرف ان اسرائیلی روایات کو ذکر کرتے ہیں جو روایات قرآن و سنت سے متصادم نہ ہوں اور وہ روایات بالعموم روایت کے معیار اور عقل و درایت کے اعتبار سے قابل اعتماد اور قابل قبول ہوں۔ امام صاحب نے بہت کم اسرائیلی روایات ذکر کی ہیں اور بعض روایات پر امام صاحب نے جرح بھی کیا ہے جیسا کہ موسیٰ کے عصا کی کیفیت اور صفات کے ضمن میں لکھتے ہیں:

" واعلم أن السكوت عن أمثال هذه المباحث واجب لأنه ليس فيها نص متواتر قاطع ولا يتعلق بها عمل حتى يكتفى فيها بالظن المستفاد من أخبار الآحاد فالأولى تركها"[56]

" جان لو! کہ اس طرح کے مباحث میں سکوت لازم ہے کیونکہ اس کے بارے میں کوئی متواتر نصِ قطعی موجود نہیں ہے اور نہ اس پر عمل ضروری ہے تاکہ اخبار احاد سے مستفاد ظن پر عمل کیا جائے اس لیے ان کو چھوڑنا بہتر ہے"

امام صاحب سورہ روم کی آیت:

"اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ"[57]

کی تفسیر کرتے ہوئے قیامت کی علامات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرب قیامت میں نمودار ہونے والے جانور کی جسامت، اس کی خلقت کی کیفیت، اس جانور کے خروج کی کیفیت، اس کے خروج کے مقام اور خروج کی تعداد کے بارے میں لوگوں کے مختلف آراذکر کرتے ہوئے امام صاحب آخر میں لکھتے ہیں:

" واعلم أنه لا دلالة في الكتاب على شيء من هذه الأمور ، فإن صح الخبر فيه عن الرسول صلى الله عليه وسلم قبل وإلا لم يلتفت إليه"[58]

"جان لو! کہ ان باتوں میں سے کسی بات پر بھی قرآن مجید سے کوئی دلیل نہیں ہے پس اگر ان کے متعلق رسول اللہ سے کوئی حدیث مروی ہو تو وہ قبول کر لی جائے گی، ورنہ نہیں"

اسی طرح اوپر بیان کیا جا چکا کہ حضرت آدمؑ کو جس درخت سے منع کیا گیا تھا تو اس درخت کے تعین کے بارے میں لوگوں کے مختلف اقوال بیان کئے، جن کی بنیاد زیادہ تر اسرائیلی روایات پر مبنی تھیں، امام صاحب لکھتے ہیں کہ درخت کی تعیین پر کوئی دلیل نہیں ہے اس لیے درخت کو معین کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

10۔اشعار اور ضرب الامثال کا استعمال:

امام صاحب نے تفسیر آیات کے ضمن میں اشعار اور ضرب الامثال سے بھی استشہاد کیا ہے۔مثال کے طور پر:

"اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً"

کی تفسیر کرتے ہوئے امام صاحب لکھتے ہیں کہ اس قول کی مثال شاعر کا یہ قول ہے:

(ولقد أمر على اللئيم يسبني)[59]

یعنی جس طرح اس شعر میں يسبني صفت ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کے قول میں " لا يستطيعون "صفت ہے۔اسی طرح سورہ نساء میں " مراغما "کی تفسیر کرتے ہوئے عربی ضرب الامثال" راغمت الرجل جب تو ایسا کام کرے جو اس مخاطب شخص کو ناپسند ہو۔اور "رغم أنفه" یعنی فلاں کی ناک خاک آلو ہو گئی۔

امام رازیؒ کے تفسیر کی خامیاں:

1۔ امام رازیؒ نے اس تفسیر میں احادیث نبویہ ،آثار صحابہ اور تابعین کے اقوال کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کیا ہے مگر ان احادیث و آثار کی نقل میں سند کا اہتمام نہیں کیا ہے، اکثر مقامات پر راوی اور کتاب کا نام تک ذکر نہیں کئے ہیں۔آپ نے روایت باللفظ کی بجائے روایت بالمعنی کو ترجیح دی ہے۔آپ نے روایات کی صحت یا عدم صحت پر کوئی کلام نہیں کیا ہے۔

2۔ امام صاحبؒ نے اندرونی حوالے دینے کا اہتمام بھی کیا ہے بلا شبہ یہ ایک مستحسن عمل ہے مگر اس کے ساتھ بعض جگہوں پر کسی مسئلے کے بیان میں لکھا ہے کہ اس مسئلے کو ہم نے کئی بار ذکر کیا ہے لیکن ان کی نشاندہی نہیں کرتے جس سے قاری تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ یہ مسئلہ کہاں پر ملے گا،ایسا کرنے سے یقیناً اس تفسیر کا حسن متاثر ہوا ہے۔

3۔ امام صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں ماقبل مفسرین ،مؤرخین،اصولیین، نحویین ،فلاسفہ وغیرہ کی کتابوں سے اقتباسات اور حوالے نقل کیے ہیں مگر بہت کم جگہوں پر ان مصادر کا ذکر کیا ہے۔

4۔امام صاحب نے ایسے فنی مباحث کا بھی تذکرہ کیا ہے جن کا قرآن کی تاویل و تشریح سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے امام صاحب نے محض اپنے عقلی ذوق کی تشفی کے لیے انہیں تفسیر کا حصہ بنا دیا ہے۔

5۔ امام صاحب نے اپنی تفسیر میں کئی مسائل کے بیان میں تکرار سے کام لیا ہے۔ مثال کے طور پر عقائد کے ضمن میں ایک مسئلہ کو پوری وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد پھر دوسری آیات میں نفسِ مسئلہ پر مکرر کلام کرتے ہیں " مفاتیح الغیب" کی طوالت کی اصل وجہ مضامین میں تکرار ہے۔ تفسیر کے مقدمہ میں امام صاحب خود فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کی زبان سے یہ بات نکلی کہ سورۂ فاتحہ سے دس ہزار فوائد اور نکات کا استنباط کیا جا سکتا ہے، لیکن بعض لوگوں نے اس کو ناممکن قرار دیا۔ چنانچہ میں نے اس بات کو ممکن الحصول ثابت کرنے کے لیے فاتحہ کی تفسیر میں اس قدر طوالت سے کام لیا ہے۔

6۔ امام صاحب نے جہاں فقہی مسائل پر بحث کی ہے وہاں عمومی طور پر ترجیح بین المذاہب میں تشدد نظر آتا ہے کیونکہ کم و بیش ہر مسئلہ کے ذیل میں امام صاحب ائمہ اربعہ کی آرا بیان کرتے ہوئے شوافع کی حمایت میں اور احناف کے ابطال کے بارے میں اپنی رائے ضرور دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ولکن یرید لیطھرکم کی تفسیر کرتے ہوئے امام صاحب لکھتے ہیں " وہ نجاست جس کے زوال کا ارادہ کیا گیا ہے اگر وہ نجاست جسم والا ہو تو حس اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ باطل ہے اور اگر یہ نجاست عرض کے قبیل سے ہو تو عرض کا منتقل کرنا ناممکن ہوتا ہے اس لیے کہ اعراض کا منتقل کرنا محال اور ناممکن ہے پس اس وجوہ سے یہ ثابت ہوا کہ فقہائے احناف جو قول بیان کرتے ہیں، وہ باطل ہے۔ اسی طرح امام صاحب متعدد مقامات پر غیر شوافع کے عقائد کو باطل کہنے سے گریز نہیں کرتے۔

7۔ کلامی مباحث میں امام صاحب نے اشعریت کی حمایت میں تشدد اور جانبداری سے کام لیا ہے۔ یہاں تک کہ اشاعرہ کے جو مسائل تاویل کے محتاج تھے، ان میں تاویل کا سہارا بھی نہ لیا اور ان کی صحت اور دیگر کے ابطال پر متعدد دلیلیں قائم کیں۔ مثال کے طور پر قصہ ہاروت، ماروت میں امام صاحب نے اہل سنت کے عقائد کے برعکس اشاعرہ کے عقائد کے ثبوت میں دلیلیں پیش کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کے افعال میں آدمی کی قدرت کا کچھ اثر نہیں۔ اسی طرح امام صاحب نے مفاتیح الغیب میں اس پر دلائل قائم کی ہیں کہ خدا کے افعال کا بغیر کسی مصلحت و حکمت کے ہونا ممکن ہے۔

نتائج البحث:

1. امام صاحب کی تفسیر غیر معمولی خوبیوں سے مزین ہے جس میں آیات کے سلسے میں ما قبل سے ربط، سورتوں کا شان نزول، فقہی مسائل، تفسیر بالماثور خصوصی طور پہ شامل ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ امام صاحب کی تفسیر میں چند ایسی خامیاں بھی ضرور ہیں جن کا ادراک اور نشاندہی کی گئی ہے جیسا کہ امام صاحب نے احادیث و روایات میں سند کا اہتمام بالکل نہیں فرمایا ہے۔
2. امام صاحب نے اپنے حوالوں کے مصادر کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔
3. غیر ضروری طوالت اور مسائل کا تکرار اس تفسیر کے حسن کو متاثر کرتا ہے۔
4. امام صاحب نے احادیث نقل کرتے وقت سند کا اہتمام نہیں کیا ہے۔
5. امام صاحب نے اپنے مسلک کی تایید میں مبالغہ سے کام لیا ہے۔

CC BY

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی و حوالہ جات

[1]۔ ابو بکر عبد للہ بن ابی قحافہ بن عثمان بن عامر التیمی (51ق ھ-13ھ) آپؓ پہلے خلیفہ راشد ہیں۔ بنی کریم ﷺ کی وفات کے بعد امت نے آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کی، مرتدین اور مانعین زکوۃ کے خلاف جہاد کیا۔ حلم اور دانشمندی کے حوالے سے مشہور ہیں، تمام غزوات میں شریک رہے۔ آپ ﷺ کے پہلو میں دفن ہیں، شاگردوں میں براء بن عازب، حزیفہ بن یمان اور زید بن ثابت رضوان اللہ علیھم شامل ہیں۔

ابن الجوزی، عبدالرحمٰن بن علی، صفۃ الصفوۃ، دارالمعرفہ، بیروت، لبنان، 1979ء، ج:1، ص:235

Ibn Al Jawzī, 'Abd al Raḥmān bin 'Alī, Ṣifah al Ṣafwah, (Nāshir: Dār al Ma'rifah, Bayrūt, Labnān, 1979ac), Vol:1, P;235

[2]۔ السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، طبقات المفسرین، مکتبہ وہبہ، قاہرہ، مصر، 1976ء، ج:1، ص:100

Al Sayūṭī, 'Abd al Raḥmān bin Abī Bakr, Ṭabqāt al Nufassirīn, (Nāshir: Maktabah wahbah Caira Eygpt, 1076ac), Vol:1, P:100

[3]۔ ابوالعباس، ابن ابی اصیبعہ، عیون النباء فی طبقات الاطباء، دار مکتبۃ الحیات، بیروت لبنان، ج:2، ص:23

Abū al 'Abbās, Abin Abī Iṣba'iyyah, 'Uyūn al Nabā, Fī Ṭabqāt al Aṭibbā,, (Nāshir: Dār Maktabah al hayāt, Bayrūt, Labnān, Vol:2, P;23

[4]۔ مرند آذر بائیجان کا معروف شہر ہے۔ مرند اور تبریز کے درمیان دو دن کی مسافت ہے۔

الحموی، شہاب الدین یاقوت بن عبداللہ، معجم البلدان، دارالفکر، بیروت، لبنان، سطن، ج:11، ص:187

Al Ḥimawī, Shahāb al Dīn Yāqūt bin 'Abdullāh, Mu'jam al Buldān, (Nāshir: Dār al Fikr, Bayrūt, Labnān, Vol:11, P:187

[5]۔ مراغہ بھی آذر بائیجان کا ایک بڑا اور معروف شہر ہے۔ مراغہ کی پہچان وہاں کے مدارس اور خانقاہیں ہیں۔

الحموی، معجم البلدان، ج:4، ص:80

Al Ḥimawī, Mu'jam al Buldān, Vol:4, P:80

[6]۔ خوارزم خراسان کا ایک قدیم شہر ہے۔ زمانہ قدیم میں یہ شہر تجارت اور تہذیب کا ایک اہم مرکز تھا۔ خوارزم اب ازبکستان میں شامل ہے۔

الحمیری، محمد بن عبدالمنعم، الروض المعطار فی خبر الاقطار، مؤسسہ ناصر للثقافۃ، بیروت، لبنان، 1980ء، ج:1، ص:224

Al Ḥmiyarī, Muḥmmad bin 'Abd al Mun'im, Al Rawḍ al Mu'ṭār Fī Khabar al Aqṭār, (Nāshir: Mu'assasah Nāṣir lil Thaqāfah, Bayrūt, Labnān, 1980ac), Vol:1, P:224

7۔ السبکی، تاج الدین عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی، طبقات الشافعیۃ الکبری، فیصل عیسیٰ البابی الحلبی، 1964ء، ج:5، ص:35

Al Sabakī, Tāj al dīn 'Abd al Wahāb bin 'Alī, Ṭabqāt al Shāfieviyyah al Kubrā, (Nāshir: Fayṣal 'īsā al Bābī al Ḥalbī, 1964ac), Vol:5, P:35

8۔ ابن حجر، احمد بن علی، لسان المیزان، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، لبنان، 1986ء، ج:4، ص:428

Ibn Ḥajar, Aḥmad bin 'Alī, Lisān al Mīzān, (Nāshir: Mu'assasah al A'lamī lil Maṭbū'āt, Bayrūt, Labnān, 1986ac), Vol:4, P;428

[9]۔ آپ ابراہیم بن علی بن محمد ہیں۔ آپ قطب المصیری کے نام سے معروف ہیں۔ آپ کا تعلق مغرب سے تھا وہاں سے مصر اور مصر سے

خراسان منتقل ہو گئے۔آپ نے 618ھ میں وفات پائی۔

عمر رضا کحالۃ، معجم المؤلفین، مؤسسۃ رسالۃ، بیروت، لبنان،1993ء،ج:1،ص:67

Umar Raḍā Kuḥālah, Mu'jam al Mu,allifīn, (Nāshir: Mu'assasah al Risālah, Bayrūt, Labnān, 1993ac), Vol:1, P;67

[10]۔آپ عبدالحمید بن عیسیٰ بن عمویہ بن یونس ہیں۔آپ 582ھ میں پیدا ہوئے۔آپ اصول اور علم الکلام کے امام تھے۔آپ نے دمشق میں وفات پائی۔

السبکی، طبقات الشافعیۃ الکبری،ج:8،ص:78

Al Sabakī, Ṭabqāt al Shāfieviyyah al Kubrā, Vol:8, P:78

[11]۔آپ احمد بن خلیل بن سعادت بن جعفر ہیں۔آپ 583ھ کو خراسان میں پیدا ہوئے آپ نے امام فخر الدین رازی سے اصول اور علم الکلام کی تعلیم حاصل کی۔آپ دمشق میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر بھی فائز رہے۔

السبکی، طبقات الشافعیۃ الکبری،ج:8،ص:8

Al Sabakī, Ṭabqāt al Shāfieviyyah al Kubrā, Vol:8, P:8

12۔السبکی، طبقات الشافعیۃ الکبری،ج:5،ص:39

Al Sabakī, Ṭabqāt al Shāfieviyyah al Kubrā, Vol:5, P:39

[13]۔آپ کا پورا نام احمد بن محمد بن ابراہیم ہے۔آپ 608ھ کو اربل میں پیدا ہوئے۔آپ اربل سے مصر منتقل ہو گئے اور مصر میں قاضی کے عہدے پر فائز رہے۔آپ مصر سے دمشق منتقل ہو گئے اور دمشق میں بھی قاضی کے عہدے پر فائز رہے۔آپ 681ھ میں مصر میں فوت ہوئے۔

الزرکلی، خیر الدین بن محمود، الاعلام، دار العلم للملایین، بیروت، لبنان،2002ء،ج:1،ص:220

Al Zarkalī, Khayr al Dīn bin Maḥmūd, Al A'lām, (Nāshir: Dār al 'Ilam, lil Malāīn, Bayrūt, Labnān 2002ac), Vol:1, P:220

14۔ابن خلکان، ابو العباس احمد بن محمد، وفیات الاعیان، دار صادر، بیروت، لبنان،1994ء،ج:5،ص:269

Ibn Khalkān, Abū al 'Abbās Aḥmad bin Muḥmmad, Wafayāt al A'yān, (Nāshir: Dār Ṣādir, Bayrūt, Labnān, 1994ac), Vol:5, P;269

[15]۔آپ محمد بن احمد بن خلیل شہاب الدین الخویی ہیں۔آپ 626ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے۔آپ دمشق کے قاضی رہے آپ نے 693ھ میں دمشق میں وفات پائی۔

الزرکلی، الاعلام،ج:5،ص:324

Al Zarkalī, Al A'lām, Vol:

[16]۔آپ احمد بن علی بن محمد الکنانی العسقلانی شہاب الدین ابن حجر ہیں۔آپ کا تعلق عسقلان سے تھا۔آپ 773ھ میں پیدا ہوئے اور 852ھ میں عسقلان ہی میں فوت ہوئے۔

الذہبی، شمس الدین محمد بن احمد، سیر اعلام النبلاء، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت،1995ء،ج:15،ص:294

Al Dhahabī, Shams Al Dīn, Muḥammad bin Aḥmad, Siyar A`lām al Nubalā, (Nāshir: Mu'assasah al Risālah, Bayrūt, 1995ac), Vol:15, P:294

[17]۔آپ احمد بن محمد نجم الدین القمولی ہیں۔آپ 645ھ میں مصر کے قصبہ قمولی میں پیدا ہوئے۔شافعی المذہب فقیہ ہیں۔آپ 727ھ میں قاہرہ میں فوت ہوئے۔

الزرکلی، الاعلام، ج:1، ص:222

Al Zarkalī, Al A'lām, Vol:1, P:222

18۔ الفاتحہ، الآیہ:6

Al FātiḥAḥmad, Al Āyah: 6

19۔ النساء، الآیہ:94

Al Nisā,, Al Āyah: 94

20۔ المائدہ، الآیہ:6

Al Mā,idah, Al Āyah: 6

21۔ آپ ابو عبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافعی الہاشمی ہیں۔ آپ 150ھ میں غزہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کو فقہ کا مؤسس کہا جاتا ہے۔ آپ 204ھ میں فوت ہوئے۔

الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج:5، ص:10

Al Dhahabī, Siyar A`lām al Nubalā, Vol:5, P:10

22۔ الرازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب، دار الفکر، بیروت، 1981ء، ج:5، ص:482

Al Rāzī, Fakhr al Dīn, Mafātīḥ al Ghayb, (Nāshir: Dār al Fikr, Bayrūt, 1981ac), Vol:5, P;482

23۔ ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت زوطی، الکوفی 80ھ-150ھ آپؒ حنفی مذہب کے بانی اور اہل الرائے کے امام سمجھے جاتے ہیں۔ فارسی الاصل تابعی ہیں۔ مسائل کے استنباط میں قرآن وسنت اور تعامل صحابہ سے استفادہ حاصل کرتے تھے۔ صحابہ کرام میں سے انس بن مالک، سہل بن سعد الساعدی، عبداللہ بن ابی اوفی اور ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا۔

العمیری، ابو عبداللہ حسین بن علی، اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، عالم الکتاب، بیروت، لبنان، 1985ء، ج:1، ص: 15

Al Umayrī, Abū'Abdullāh Ḥussayn bin 'Alī, Akhbār Abī Ḥanīfah wa Aṣḥābuh, (Nāshir: 'ālam al Kitāb, Bayrūt, Labnān, 1985ac), Vol:1, P:15

24۔ آپ مالک بن انس بن ابی عامر بن عمرو الصبحی ہیں۔ آپؒ 93ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ اور 179ھ میں مدینہ ہی میں فوت ہوئے۔ آپ نے امام دار الہجرۃ کا لقب پایا۔ ابو عبداللہ آپ کی کنیت ہے۔ اہل سنت کے مطابق آپ ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔ فقہ مالکی کی نسبت آپ کی طرف ہے۔

المزی، یوسف بن الزکی عبدالرحمٰن، تہذیب الکمال، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1980ء، ج:3، ص:124

Al Mizzī, Yūsuf bin al Zakī 'Abd al Raḥmān, Tahdhīb al Kamāl (Nāshir: Mu'assasah al Risālah, Bayrūt, Labnān, 1980ac), Vol:3, P;124

25۔ المائدہ، الآیہ:6

Al Mā,idah, Al Āyah:6

26۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، کتاب الطھارۃ، باب فرض الوضوء دار لفکر، بیروت، سطن، رقم:61

Abū Dāūd, Sulaymān bin Ash'ath al Sajistānī, Ḥadīth No: 61

27۔ النساء، الآیہ:119

Al Nisā,, Al Āyah: 119

28۔ الرازی، مفاتیح الغیب، ج:5، ص:386

Al Rāzī, Mafātīḥ al Ghayb, Vol: 5, P:386

29۔ البقرہ، الآیہ:30

Al Baqarah, Al Āyah: 30

[30]۔الاحقاف،الآیہ:21

Al Aḥqāf, Al Āyah: 21

[31]۔النساء،الآیہ:98

Al Nisā,, Al Āyah: 98

[32]۔ ابی شیبہ،ابوبکر عبداللہ بن محمد، مصنف بن ابی شیبہ،کتاب الجنائز، باب ما قالوا فی ثواب الحمی والمرض تحقیق، کمال یوسف الحوت، مکتبہ الرشد،الریاض، سعودی عرب،1409ھ،رقم 10812

Abī Shaybah, Abū Bakar Abdullah bin Muḥammad, Muṣannaf Ibn Abī Shaybah, (Nāshir: Maktabah al rushd Riyād, 1409ah), Ḥadīth No: 10812

[33]۔البقرہ،الآیہ:35

Al Baqarah, Al Āyah: 35

[34]۔ابوالعباس، عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی اور فقیہ صحابی ہیں۔آپؓ 3ق ھ میں پیدا ہوئے اور اکہتر سال کی عمر میں 68ھ میں فوت ہوئے۔آپؓ کا لقب ترجمان القرآن ہے۔

الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج:3،ص:331

Al Dhahabī, Siyar A`lām al Nubalā, Vol:3, P:331

[35]۔آپ عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب الہذلی ہیں۔آپ ابتدا اسلام میں ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ بدری صحابی ہیں۔ حبشہ اور مدینہ دونوں ہجرتوں میں شریک ہوئے۔آپ بنی زہرہ کے حلیف تھے۔مکہ میں سب سے پہلے قرآن بالجہر پڑھنے والے ہیں۔۔آپ نے 32ھ میں وفات پائی۔

المزی، تہذیب الکمال، ج:16،ص:121

Al Muzzī, Tahdhīb al Kamāl, Vol: 16, P;121

[36]۔المائدہ،الآیہ:2

Al Mā,idah, Al Āyah: 2

37۔الرازی، مفاتیح الغیب، ج:5،ص:459

Al Rāzī, Mafātīḥ al Ghayb, Vol:5, P;459

[38]۔المائدہ،الآیہ:2

Al Mā,idah, Al Āyah: 2

[39]۔التوبہ،الآیہ:5

Al Tawbah, Al Āyah: 5

[40]۔المائدہ،الآیہ:2

Al Mā,idah, Al Āyah: 2

[41]۔البقرہ،الآیہ:28

Al Baqarah, Al Āyah: 28

[42]۔آپ ابو الحجاج، مجاہد بن جبیر القرشی المخزومی ہیں۔ قبیلہ بنی مخزوم کے مولیٰ تھے۔تابعی اور ثقہ راوی ہیں۔ اہل مکہ کے مفسر تھے۔ ذہبی نے آپ کو شیخ القراء والمفسرین کا خطاب دیا۔ عبداللہ ابن عباس کو تیس مرتبہ قرآن سنایا۔۔آپ 104ھ میں فوت ہوئے

ابن سعد، محمد بن سعد ، الطبقات الکبریٰ، تحقیق، احسان عباس، دار صادر، بیروت لبنان، 1968ء، ج:5،ص:466

Ibn Sa'ad, Muḥmmad bin Sa'ad, Al Ṭabqāt al Kubrā, (Nāshir: Dār Ṣādir, Bayrūt, Labnān, 1968ac), Vol:5, P;466

[43]۔ابو سعید حسن بن ابی الحسن یسار البصری 21ھ-110ھ مشہور تابعی ہیں۔ علیؓ کی سایہ عاطفت میں رہے۔ کثرت سے تدلیس کرتے تھے اس لئے ان کی معنعن روایت قابل قبول نہیں

ابن خلکان، وفیات الاعیان، ج:2، ص:69

Ibn Khalkān, Wafayāt al A'yān, Vol:2, P;69

[44]۔آپ قتادہ بن دعامہ بن قتادہ بن عزیز بن عمرو البصری ہیں۔آپ کی ولادت 61ھ میں بصرہ میں ہوئی۔ حدیث، لغت، انساب اور ایام العرب کے ماہر تھے۔آپ پیدائشی نابینا تھے۔ امام احمد بن حنبل نے احفظ اہل البصرہ کا خطاب دیا ہے۔۔۔آپ نے 118ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔

الزرکلی، الاعلام، ج:5، ص:189

Al Zarkalī, Al A'lām, Vol:5, P:189

[45]آپ عامر بن شراحیل بن عبد ذی کبار الشعبی ہیں۔آپ 19ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ تابعی اور ثقہ راوی ہیں۔آپ مثالی حافظہ کے مالک تھے۔ روم میں عبدالملک بن مروان کے سفیر رہے۔آپ عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں قاضی بھی رہے۔آپ نے 93ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔

الزرکلی، الاعلام، ج:3، ص:251

Al Zarkalī, Al A'lām, Vol:3, P:251

[46]۔البقرہ، الآیہ:35

Al Baqarah, Al Āyah: 35

47۔الرازی، مفاتیح الغیب، ج:2، ص:27

Al Rāzī, Mafātīḥ al Ghayb, Vol:2, P;27

[48]۔عقل و نقل کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کرنے والے فرقے کا نام معتزلہ ہے۔ معتزلہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرتے ہیں۔ معتزلہ قرآن کے محدث اور مخلوق ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

الرازی، فخر الدین، محمد بن عمر، اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1985ء، ج:1، ص:39

Al Rāzī, Fkhr al Dīn, Muḥmmad bin Umar, I'tiqādāt Firaq al Muslimīn wal Mushrikīn, (Nāshir: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, Bayrūt, 1985ac), Vol:1, P:39

[49]۔ بصرہ اور سمرقند میں ابو الحسن اشعری نے معتزلی عقائد کے خلاف جدوجہد کی اور ایک جماعت کی تشکیل کی جن کا مقصد اہل سنت کو بدعات سے دور رکھنا تھا پس ابو الحسن اشعری کے پیروکار اشاعرہ کہلائے۔

الغزالی، محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، دار المعرفہ، بیروت، ج:1، ص:42

Al Ghazālī, Muḥmmad bin Muḥmmad, Iḥyā, Ulūm al Dīn, (Nāshir: Dār al Ma'rifah, Bayrūt), Vol:1, P:42

[50]۔البقرہ، الآیہ:35

Al Baqarah, Al Āyah: 35

[51]۔حشویہ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ظواہر پر اعتماد اور انحصار کرکے تجسیم کا اقرار کیا۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے لئے جسم، طول، عرض اور عمق ممکن ہے۔

الشہر ستانی، محمد بن عبد الکریم، الملل والنحل، دار المعرفہ، بیروت، 1983ء، ج:1، ص:100

Al Shahirstānī, Muḥmmad bin ʹAbd al karīm, Al Milal wal Naḥl, (Nāshir: Dār al Maʹrifah, Bayrūt, 1983ac), Vol:1,P:100

[52] ۔مسئلہ تحکیم کو بنیاد بنا کر حضرت علیؓ کی جماعت سے خروج اختیار کرنے والے خوارج کہلائے۔انہوں نے ابتدا میں عبداللہ بن وہب کے ہاتھ پر بیعت کی۔خوارج کے مطابق مرتکب گناہ کبیرہ کافر اور ابدی جہنمی ہے۔

الشہر ستانی، الملل والنحل، ج:1، ص:113

Al Shahirstānī, Al Milal wal Naḥl, Vol: 1, P:113

[53] ۔خوارج کا یہ ذیلی گروہ فضل بن عبداللہ کے پیروکار ہیں۔ان کے نزدیک مسلمان ہونے کے لئے صرف زبانی اقرار کافی ہے دل سے ایمان لانا ضروری نہیں ہے۔

ابن حزم، علی بن احمد، الفصل فی الملل والاھواء والنحل، مکتبہ الخانجی، قاہرہ، سطن، ج:4، ص:145

Ibn Ḥazam, ʹAlī bin Aḥmad, Al Faṣl Fī al Milal wal Ahwā, wal Naḥl, (Nāshir: Maktabah al Khānjī, Caira), Vol:4, P:145

[54] ۔روافض کوفی شیعوں کے ایک گروہ کا نام ہے۔روافض صحابہ کرام کو برا بھلا کہتے ہیں۔جب ان کے مطالبے پر زید بن علی نے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ سے برات کے اظہار سے انکار کیا تو انہوں نے ان سے علیحدگی کا اظہار کیا اس لئے روافض کہلائے۔

الرازی، اعتقادات فرق المسلمین والمشرکین، ج:1، ص:52

Al Rāzī, Iʹtiqādāt Firaq al Muslimīn wal Mushrikīn, Vol:1, P:52

[55] ۔ابن خلدون، عبد الرحمٰن بن محمد، مقدمہ ابن خلدون، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1994ء، 490

Ibn Khaldūn, ʿAbd al Raḥmān bin Muḥmmad, Muqaddimah Ibn Khaldūn, (Nāshir: Dār al Kutub al ʿIlmiyyah, Bayrūt, 1994ac), P:490

56۔الرازی، مفاتیح الغیب، ج:2، ص:125

Al Rāzī, Mafātīḥ al Ghayb, Vol:2, P:125

[57] ۔الروم، الآیہ:53

Al Rūm, Al Āyah: 53

58۔الرازی، مفاتیح الغیب، ج:12، ص:51

Al Rāzī, Mafātīḥ al Ghayb, Vol:12, P;51

59۔ابو العباس، محمد بن یزید، الکامل فی اللغۃ والادب، دار الفکر العربی، قاہرہ، 1997ء، ج:3، ص:61

Abū al ʹAbbās, Muḥmmad bin Yazīd, Al Kāmil Fī al Lughah wal Adab, (Nāshir: Dār al Fikr al ʹArabī, Caira, 1997ac), Vol:3, P;61